لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ

ندائے حق

حصہ اول

تصنیف لطیف

حضرت میر محمد اسحٰق رضی اللہ عنہ

یہ رسالہ سب سے پہلے ۱۹۱۲ء میں انجمن مبلغین اسلام قادیان کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔ اب افادۂ عام کے لئے اسے پاکستان میں تیسری بار شائع کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

روئے زمین پر جس قدر قومیں آباد ہیں خواہ وہ متمدن ہوں یا غیر متمدن تعلیم یافتہ ہوں یا جاہل، آباد ملکوں میں زندگی بسر کرنے والی ہوں یا ویران جزیروں یا غیر آباد ٹاپوؤں میں، ان سب کا متفق علیہ مسئلہ اگر کوئی ہے تو وہ ایک کامل مقتدر ہستی کا ماننا ہے۔ دنیا میں جس قدر مذاہب رائج ہیں قطع نظر اس کے کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے ان سب کا اصل اصول اعتقاد اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ ذاتِ باری کا وجود باجود ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ میں چلے جاؤ کرۂ ارض کے کسی قطعہ پر نظر ڈالو کوئی قوم ایسی نہ پاؤ گے جو اس کامل ہستی کی منکر ہو۔ دنیا میں ایک قوم کی عادتیں دوسری قوم کی عادتوں کے مخالف ہیں، ایک کے قوانین دوسری کے قوانین کے مغائر ہیں۔ ایک کا مذاق دوسری کے مذاق کے خلاف ہے لیکن اس عقیدہ میں تمام قومیں متفق ہیں کہ کوئی نہ کوئی ہمارا پیدا کرنے والا اور ہماری ربوبیت کرنے والا ضرور موجود ہے۔ اسی صداقت کو قرآنِ حکیم بیان فرماتا ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ یعنی اگر دنیا کے لوگوں سے پوچھو کہ تمہارا پیدا کرنے والا کون ہے تو فوراً بول اٹھیں گے کہ ہمارا خالق اللہ ہے۔"

اس عظیم الشان اتفاق اور ایسے بے نظیر اجماع کی دوسری وجہ صرف فطرت کی گواہی ہے کیونکہ ہر ایک انسان کی فطرت اور اس کی سلیم کانشنس اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس شہادت کا اقرار کرے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى یعنی انسان کی فطرت ہر وقت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ایک ایسی ہستی ضرور موجود ہے جو میری ربوبیت

کر رہی ہے۔ بلکہ ایک صحیح الفطرت انسان ایک لمحہ کیلئے بھی اس بات کا وہم و گمان تک نہیں کر سکتا کہ وہ ایک حاکم کے بغیر دنیا میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ چنانچہ خالقِ فطرت کا کلام فرماتا ہے۔ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی فطرتِ صحیحہ حیرانی سے ظاہر کرتی ہے کہ کیا خدا کے وجود میں بھی کوئی شک کر سکتا ہے؟ اس کے لئے تو سارا جہان گواہی دے رہا ہے۔ لیکن باوجود اس اتفاق و اجماع کے کہ کوئی نہ کوئی ہستی انسانوں پر حکومت کر رہی ہے پھر مذاہب عالم میں اگر اختلاف ہے تو وہ خدا کی صفات کے لحاظ سے ہے۔ اگر ایک مسلمان بے عیب و کامل ذات پر ایمان رکھتا ہے تو ایک عیسائی بھی خواہ اُسے رحیم نہ سمجھے مگر مانتا ضرور ہے۔ اسی طرح اسلام اسے ذرہ ذرہ کا خالق و فاطر سمجھتا ہے تو ویدک بھی خواہ اُسے صرف جوڑنے توڑنے والا خیال کرے لیکن اُسکے وجود کا مُقر ضرور ہے۔ غرض باری تعالیٰ کی ہستی کا اعتقاد ہر فرد بشر کے دل میں ودیعت ہے خواہ وہ اسے کسی نام سے پکارے یا ایک پادری کے نام سے تعبیر کرے لیکن میں چونکہ مسلمان ہوں اس لئے میں اس خدا کو مانتا ہوں جو اسلام نے پیش کیا ہے اور جس کے صفات قرآن حمید نے بیان کئے ہیں۔ اور میں اُن خداؤں کا ہرگز قائل نہیں جن کو غیر مذاہب والے مانے بیٹھے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تمام معبودانِ باطلہ کا رد کروں۔ لیکن ترتیب اور آسانی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں ناظرین کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس مضمون میں میرا روئے سخن صرف عیسائی مذہب کی طرف ہے جس میں تین باتوں کا بیان کرونگا۔ ایک تو یہ کہ مسیح خدا نہیں اور نہ خدا کا شریک ہے بلکہ ہمارے خدا کا ضعیف بندہ ہے اور وہ جو ہمارا خدا ہے وہ اپنی ذات اور صفات اور افعال اور عبادات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ دوسری بات جس کا میں ذکر کرونگا

وہ یہ ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا نہیں۔ صرف ایک انسان ہے۔ ہاں عام انسانوں سے بڑھکر بہ خصوصیت ہے کہ نبی ہے۔ تیسری بات جو میں ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ عیسائی صاحبان نے جس قدر دلائل مسیح کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کے متعلق دیئے ہیں وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اُن سے یہ بات ثابت ہو سکے بلکہ اُن دلائل کا ردّ کیا جائیگا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔

باب اوّل

دلائل ابطال الوہیت مسیح از قرآن مجید

دلیل اوّل یہ بات صاف ظاہر ہے کہ انسان کے علوم کا دار و مدار صرف تجربہ اور خدا کے قوانین پر ہے جس قدر کسی واقعہ کے متعلق ہمارا مشاہدہ اور قانونِ قدرت کی گواہی ہوگی اُسی قدر ہمارا اعتقاد اس پر زیادہ ہوتا جائیگا اور جو ہمارے تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف اور سُنن الٰہیہ سے باہر ہوگی اس کو ماننے سے ہماری فطرت مضائقہ کرے گی اور اُسے قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوگی۔ مثلاً ہمارے علم میں ہے کہ آگ اشیاء کو جلاتی ہے اور پانی پیاس کو بجھاتا ہے۔ یہ علم بھی ہم کو تجربہ اور مشاہدہ سے حاصل ہوا ہے اور قانونِ قدرت نے بھی اس کے متعلق یہی گواہی دی ہے۔ کیونکہ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے تمام انسانی افراد اس کا مشاہدہ کرتے آئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے قدیمی قانون سے بھی یہی ثابت ہوتا چلا آیا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ نہیں آدم کے وقت میں پانی جلاتا تھا اور آگ پیاس بجھایا کرتی تھی تو ایسے شخص کے متعلق سوائے اس کے کہ

اُسے پاگل سمجھا جاوے اور کیا خیال کیا جا سکتا ہے۔ سو اسی صداقت کو پیش کر کے قرآن کریم مسیح کی الوہیت کو باطل ٹھہراتا ہے۔ چنانچہ سورۃ مائدہ رکوع دہم میں فرماتا ہے۔ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ یعنی مسیح ابن مریم بیشک اللہ تعالےٰ کے ایک پیارے نبی اور عظیم الشان رسول تھے مگر وہ ایک انسان تھے۔ کیونکہ جب سے تبلیغ اور کلام الٰہی کے نازل ہونے کا سلسلہ شروع ہوا ہے ہمیشہ اور قدیم سے انسان ہی رسالت کا مرتبہ پا کر دنیا میں آتے رہے ہیں۔ اِس کا ثبوت یہ ہے جہاں تک تمہاری نظر تاریخی سلسلہ کو دیکھنے کے لئے وفا کرتی ہے اور تم گذشتہ لوگوں کا حال معلوم کر سکتے ہو خوب سوچو اور سمجھو کہ کبھی کبھی یہ سلسلہ ٹوٹا ہے کہ انسان کے سوا کوئی اور ہستی خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی طرف مبعوث ہوئی ہو ہرگز نہیں۔ بلکہ آدم سے لیکر اِس وقت تک ہمیشہ بندوں کی طرف بندے ہی آتے رہے تو مسیح کو کیوں تم خدا بنا بیٹھے ہو جب کہ تمہارا مشاہدہ اور تجربہ اور سنّت اللہ ہمیشہ سے یہی چلے آتے ہیں کہ خدا تعالیٰ لوگوں کو سمجھانے کے لئے اُنہیں میں سے نیک بندوں کو بھیجا کرتا ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا اپنی قدیمی سنّت کو چھوڑ دے اور بجائے انسان کے ایک خدا کا وجود تم میں نازل ہو۔ اس قدیمی سنّت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مسیح بھی جو بندوں کی طرف بھیجا گیا وہ ایک انسان تھا جسے باری تعالیٰ نے اپنی قدیمی سنّت کے مطابق بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔

دلیل دوم — یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دنیا میں ہم ایک چیز کو دوسری چیز سے جب الگ سمجھتے ہیں تو ہمیشہ اُن کے عوارض و صفات کے

مختلف ہونے کی وجہ سے۔ ورنہ اگر صفات اور عوارض کے اختلاف کی وجہ سے موصوف مختلف نہ سمجھے جائیں تو دنیا کا کارخانہ ایک ہی آن میں درہم برہم ہو جائے۔ مثلاً ہم ایک بیل اور انسان میں فرق کبھی نہیں سکتے جب تک کہ اُن کے عوارض اور صفات میں کوئی فرق نہ ہو۔ اگر بیل اور انسان کے تمام اوصاف ایک سے ہوں تو پھر دونوں میں کوئی تفرقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اِسی طرح ایک درخت اور ایک پتھر میں ہم صرف اُن کے صفات کے مختلف ہونے کی وجہ سے تفرقہ کرتے ہیں۔ مثلاً درخت کے پتّے ہوتے ہیں جڑیں ہوتی ہیں۔ یہ بات پتھر میں نہیں۔ اِسی طرح پتھر ایک جامد جسم ہے۔ اس بات سے درخت خالی ہے بلکہ وہ نشو و نما پاتا ہے تو چونکہ پتھر کے اور اوصاف ہیں اور درخت کے اُن کے سوا کوئی اور۔ اِس لئے ہم فوراً معلوم کر لیتے ہیں کہ پتّھر کوئی اور شے ہے اور درخت کوئی اور چیز۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ دو چیزوں کے صفات بالکل مختلف ہوں اور پھر دونوں ایک ہوں۔ مثلاً ایک شخص کہے کہ مَیں پتّھر ہوں تو ہم اُس کو یہی کہیں گے کہ تُو پتّھر تو نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو صفات پتھر میں پائے جاتے ہیں وہ تجھ میں نہیں اور جو اوصاف تیرے وجود میں نظر آتے ہیں اُن سے پتّھر خالی ہے۔ چنانچہ اِسی ثابت شدہ حقیقت کے ذریعہ قرآن مجید مسیحؑ کی خدائی کا ابطال کرتا ہے۔ جیساکہ فرماتا ہے۔ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ یعنی مسیح اگلے رسولوں کی طرح ایک رسول تھا۔ اُس کی ایک ماں تھی وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ یہ تینوں عوارض اور صفات انسان کو ہی لاحق ہُوا کرتے ہیں۔ اور یہی عوارض ایسے ہیں جو انسان کے محتاج اور فقیر ہونے پر دلالت کرتے

ہیں۔ کیونکہ جو شخص کھانے کا محتاج ہو وہ ساری دنیا کا محتاج ہے۔ تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ مسیح خدا تھا جب کہ وہ تمام صفات جو انسانوں میں پائی جاتی ہیں اُس میں موجود ہیں اور ہر قسم کے وہ عوارض جو نوع انسان کا خاصہ ہیں اس کو لاحق ہیں۔ کیونکہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ صفات کے اختلاف سے موصوف بھی مختلف ہُوا کرتا ہے تو جب مسیح میں تمام وہ اوصاف پائے جاتے ہیں جو انسان کے لئے ضروری ہیں اور مسیح ان اوصاف سے جو خدا کے لئے لابدّ ہیں۔ خالی ہے تو صاف ثابت ہُوا کہ مسیح انسان تھا نہ کہ خدا۔ اور اگر اس قاعدہ کو تسلیم نہ کیا جائے تو ہر شخص اُٹھ کر دعویٰ کر سکتا ہے کہ مَیں خدا ہوں۔ خواہ مجھ میں اوصاف انسانوں جیسے ہی پائے جاویں۔ اور خواہ میں کھانے پینے اور والدہ کا محتاج ہوں مگر مجھے خدا سمجھنا چاہیئے تو عیسائی صاحبان اُس کو کیا جواب دیں گے جب کہ وہ کہہ دے کہ کیا تمہارا مسیح جس کو تم خدا سمجھتے ہو انسانی صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔ کیونکہ اگر کہا جائے کہ مسیح گو انسانی صفات سے موصوف تھا مگر خدا تھا کیونکہ وہ بڑے بڑے معجزے دکھایا کرتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ معجزے تمام انبیاء علیہم السلام دکھاتے آئے ہیں۔ مسیح کا کونسا ایسا معجزہ ہے جو کسی اور نبی نے نہیں دکھایا۔ اور پھر طرفہ یہ ہے کہ مسیح نے خود کہا ہے کہ جھوٹے نبی بھی معجزہ دکھا سکتے ہیں تو پھر معجزہ دکھانا تو دلیل الوہیت نہ بن سکا۔ غرض اس قاعدہ کو ردّ کرنے سے امان اُٹھ جائے گی۔ اِسی لئے تو تمام بُت پرستوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے بُت خدائے مجسم ہیں خواہ وہ بظاہر پتھر کے تمام اوصاف سے معمور ہیں لیکن دراصل خدا ہیں۔ ہم انسان کے لئے

خدائی کے تمام دعویداروں کو اس قاعدہ کی رُو سے لاجواب کر سکتے ہیں کہ خدا کے بھی کچھ صفات ہیں۔ مثلاً غنی ہونا۔ کھانے پینے۔ بول و براز سے بَری ہونا۔ رونے چلّانے سے پاک ہونا۔ اور بندے میں بھی چند اوصاف ہیں۔ مثلاً کھانا پینا۔ بدن کا تحلیل ہوتے جانا۔ پیشاب اور پاخانہ سے پاک نہ ہونا۔ اب تم خود ہی دیکھو کہ تمہارے معبود آیا خدائی صفات اپنے اندر رکھتے ہیں یا انسانی۔ اگر انسانی عوارض میں وہ مبتلا ہیں تو تم کیوں اُن کو انسان نہیں سمجھتے اور جب کہ اُن میں خدائی اوصاف نہیں ہیں تو تم کس طرح اُن کو ذاتِ باری تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو؟ غرض اسی پختہ اور محقّق قاعدہ سے خداوند کریم نے اپنے پاک کلام میں مسیح کی الوہیت کا ردّ کیا کہ جب تمہارے نزدیک بھی مسیح کھانے پینے اور رونے چلّانے میں انسانوں جیسا تھا تو تم کس دلیل سے اُس کو خُدا بناتے ہو۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ خدا کی ذاتِ والا صفات ہر احتیاج سے پاک ہے اور ہر انسانی عارضہ سے مبرّا ہے۔

دلیل سوم تیسری دلیل قرآن مجید اس طرح فرماتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ یعنی کوئی ذات خدا ہونے کی مستحق نہیں جب تک کہ وہ تمام نقصوں سے پاک نہ ہو اور تمام صفاتِ کاملہ سے موصوف نہ ہو۔ اور یہ صفت اللہ کے سوا کسی میں پائی نہیں جاتی۔ یہ دلیل کسی اور توضیح کی محتاج نہیں نہایت بدیہی قضیہ اور صاف بات ہے کہ دنیا کی تمام مخلوق میں کوئی نہ کوئی نقص ضرور پایا جاتا ہے۔ اگر خالق و فاطر[۵] بھی نقصوں سے پاک نہ ہو تو

---

۵ فطرت بخشنے والا۔

اُس میں اور اُس کی مخلوق میں مابہ الامتیاز کیا رہا؟ اب ہم اس قرآنی دلیل کی رُو سے حضرت مسیحؑ کی خدائی کو پرکھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے :-

قرآن	انجیل
۱۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ یعنی ذات باری پر موت وارد نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر خدا بھی موت سے پاک نہ ہو تو اُس کی تمام مخلوق کا انتظام کس طرح ہو سکتا ہے۔	۱۔ مگر انجیل کہتی ہے کہ مسیح پر موت وارد ہوئی اور وہ تین دن تک مُردہ پڑا رہا۔ دیکھو متی باب ۱۷ آیت ۳۲
۲۔ اَلْقَیُّوْمُ دوسروں کو جہاں چاہے اور جس طرح چاہے قائم کر دے۔	۲۔ مگر مسیح صاف اقرار کرتا ہے کہ دائیں بائیں بٹھانا میرے اختیار میں نہیں دیکھو متی باب ۲۰۔ آیت ۲۳
۳۔ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ وہ نیند اور اونگھ کی غفلت سے بری ہے۔	۳۔ مگر انجیل سے ثابت ہے کہ مسیح پر نیند کا غلبہ بھی ہوا کرتا تھا چنانچہ ایک دفعہ حواریوں سمیت کشتی میں سویا ہوا تھا کہ اتنے میں بڑے زور شور سے طوفان آیا مگر مسیح نہ جاگا جب حواریوں نے جگایا تب اُسکو ہوش آئی۔ لوقا باب ۸ آیت ۲۳ و ۲۴
۴۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب ہی خداوند کے لئے ہے۔	۴۔ مگر مسیح کہتا ہے کہ لومڑیوں کیلئے بھٹ ہیں۔ مگر ابن آدم کیلئے سر رکھنے کے لئے بھی جگہ نہیں۔ متی ۸/۲۰
۵۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے :-	۵۔ مگر مسیح نے صاف فرما دیا کہ مجھے نیک

اَلْقُدُّوسُ۔ وہ ہر قسم کی نیکیوں کا مجموعہ ہے۔	مت کہو نیک صرف ایک یعنی خدا ہے لوقا باب ۱۸ آیت ۱۹
۶۔ اَلْغَنِیُّ۔ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔	۶۔ مگر مسیح صلیب پر مرتے وقت چیخا کہ ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (میں مضطرب ہوں) تو کیوں میری مدد نہیں کرتا۔ مرقس باب ۱۵ آیت ۳۴
۷۔ اَلسَّلَامُ۔ وہ ہر ذلت اور بے عزتی سے پاک ہے۔	۷۔ مگر عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح کے منہ پر ملعون یہودیوں نے تھوکا۔ اس کے منہ پر طمانچے مارے۔ سر پر کانٹوں کا تاج پہنا دیا۔ کوڑے مارے اور بالآخر نہایت ذلت کے ساتھ صلیب پر لٹکا دیا۔ مرقس باب ۱۴ و متی باب ۲۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ
۸۔ اَلْعَلِیْمُ۔ وہ ہر ذرہ ذرہ سے واقف ہے۔	۸۔ مگر مسیح کہتا ہے "اور اس وقت میں ان سے کہونگا کہ میں کبھی تم سے واقف نہ تھا۔ اے بدکارو! میرے پاس سے دور ہو" متی ۷ / ۲۳
۹۔ اَلْقَادِرُ۔ وہ اپنے آپ جو چاہے کر سکتا ہے۔	۹۔ مگر مسیح کا قول ہے کہ میں اپنے آپ کچھ نہیں کر سکتا۔ دیکھو یوحنا باب ۵ آیت ۳۰

۱۰۔ اَلْمَلِکُ وہ دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے۔

۱۰۔ مگر مسیح اقرار کرتا ہے کہ میری بادشاہت اس جہان میں نہیں۔ دیکھو یوحنا ۱۸/۳۶

۱۱۔ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ۔ وہ اپنے مخلص بندوں کی دُعائیں قبول کرتا ہے۔

۱۱۔ مگر بجائے اس کے کہ مسیح قادرانہ طور پر لوگوں کی دُعائیں سُنتا خود جنگلوں میں دعا مانگا کرتا تھا اور حواریوں کو کہا کرتا تھا کہ اُٹھو میرے لئے خدا سے دُعا کرو۔ کیا خدا بھی کسی کی دُعا کا محتاج ہوا کرتا ہے۔ متی باب ۳۶ آیت ۳۸ تا ۴۰

دلیل چہارم

ہم اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دُنیا میں دو شخص مل کر اور کسی کام میں شریک ہو کر اسی طرح رہ سکتے ہیں کہ وہ صبر سے کام لیں اور ہر شخص دوسرے کے مقابل میں اپنی خواہشات کو روکے رکھے۔ مثلاً ایک دوکان میں دو شریک ہیں۔ اب ان میں سے ایک شخص اپنے گھر روٹی کھانے چلا ہے تو اگر دوسرا بھی اُسی وقت اپنے گھر جانا چاہے اور اپنی خواہش کو مقدم کرے تو وہ دونوں کبھی صلح سے نہیں رہ سکتے۔ غرض دو شخص کسی کام کو مل کر نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ ایثار اختیار نہ کریں اور اپنے منشاء کو مجبوراً چھوڑ کر دوسرے کے منشاء پر راضی نہ ہو جائیں۔ قرآن حمید اسی مشاہدہ پر فرماتا ہے لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ یعنی اگر اس دنیا و مافیہا کا ایک اکیلا خالق و ناظر حکمران نہ ہو بلکہ ایک سے زیادہ خدا ہوں تو دنیا کا کارخانہ ایک آن میں درہم برہم

ہو جاوے۔ کیونکہ اُن میں سے ہر ایک اپنی اپنی صفات کے منشاء کو پورا کریگا تو دوسرے کے منشاء میں روک واقع ہوگی اور دوسرے کی خاطر اپنے منشاء کو ترک کریگا تو مجبوری و لاچاری کا عیب اس کو لاحق ہوگا۔ یعنی ایک بات کو چاہتا تو ہے پر کر نہیں سکتا۔ مثلاً خدا کی صفات میں سے ایک صفت فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ جو چاہے کر سکتا ہے اُس کے ارادہ کو کوئی ہستی روک نہیں سکتی۔ اب اگر ایک خدا نے ایک شخص کو بیٹا دینا چاہا ہے۔ مگر دوسرا چاہتا ہے کہ یہ شخص ساری عمر اولاد سے محروم رہے تو یا پہلا غالب ہوگا یا دوسرا۔ تب جو بھی مغلوب ہوا وہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کے معیار کے مطابق خدا نہ ٹھہرا۔ اور اگر انہوں نے سمجھوتا کیا ہوا ہے کہ فلاں ملک میری سلطنت میں رہے اور فلاں علاقہ تمہاری حکومت میں تو یہ بھی اُس کے خدا ہونے کے منافی ہے۔ کیونکہ اس کے تو یہ معنے ہوئے کہ خدا تمام مخلوق کا خالق اور مالک نہیں بلکہ بعض حصّہ کا ہے۔

دلیل پنجم مسیحؑ نے خدا ہونے کا دعویٰ بالکل نہیں کیا۔ یہ صرف عیسائی صاحبان کی خوش فہمی ہے جو ان کو خدا بنا رہے ہیں۔ بلکہ اگر حضرت عیسیٰؑ نے اپنے متعلق خدا یا ابن اللہ کا لفظ استعمال بھی کیا ہے تو وہاں صرف انہی معنوں میں مُراد لیا ہے جن معنوں میں تمام نبیوں اور بزرگوں پر اس لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ ثبوت اِس کا سُنیے۔ ایک دفعہ حضرت مسیحؑ نے یہودیوں کے سامنے دعویٰ کیا کہ میں ابن اللہ ہوں۔ یہود یہ سُن کر طیش میں آ گئے اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ مسیح پر پتھراؤ کریں۔ مسیح نے کہا کہ تم مجھے کس قصور پر

سزا دیتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ تُو انسان ہو کر اپنے تئیں خدا بناتا ہے۔ اس کفر بکنے کی ہم تجھ کو سزا دیتے ہیں۔ مسیح نے جواب میں کہا۔ کیا تمہاری شریعت میں نہیں لکھا کہ

"میں نے کہا کہ تم خدا ہو۔ جب کہ اُس نے انہیں جن کے پاس کلام آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو"۔ یوحنا باب آیت ۳۴ تا ۳۶

اس عبارت کو سُنا کر مسیح نے اپنے ابن اللہ ہونے کی حقیقت کھول دی کہ تم ناحق مجھے کافر کہتے ہو جب کہ بائیبل میں لکھا ہے کہ تمام وہ لوگ جن کے پاس خدا کا کلام آیا یعنی یہود خدا ہیں تو پھر میرے ابن اللہ کہنے پر خفا کیوں ہوتے ہو جبکہ تمہارے ہاں کتب انبیاء میں لکھا ہے کہ قضات[1] اور بزرگ لوگ الوہیم یعنی خدا ہیں۔ اسی طرح انہی معنوں میں میں بھی ابن اللہ ہونے کا مدعی ہوں۔

ناظرین انصاف سے ملاحظہ فرمائیں کہ مسیح نے اپنے دعوئی ابن اللہ ہونے کی اسجگہ کس طرح حقیقت کھول دی کہ اے یہودیو! میں ابن اللہ کا لفظ اپنے لئے انہی معنوں میں استعمال کرتا ہوں جن معنوں میں یہ لفظ تمام انبیاء کے لئے آیا ہے تو پھر تعجب ہے کہ تم مجھے اس لفظ کے کہنے سے کافر کہتے ہو۔ حالانکہ بائیبل نے یہی لفظ نبیوں پر بولا ہے۔ سو جب مسیح نے اپنے دعوئی کی حقیقت بیان کر دی تو یہودیوں نے پتھراؤ کا ارادہ ترک کر دیا اور سمجھ گئے کہ یہ جو ابن اللہ کا لفظ اپنے لئے بولتا ہے یہ انہی معنوں میں بولتا ہے جن معنوں میں ہم ہر معمولی سے معمولی نیک بھلے مانس آدمی کو ابن اللہ کہتے ہیں۔

---

[1] قاضی مفتی اہل علم لوگ۔

باب دوم

مسیح خدا کا بیٹا نہیں ہے

دلیل اوّل پہلی دلیل مسیح کے خدا کا بیٹا نہ ہونے کی یہ ہے کہ اُسکی الوہیت کا کوئی ثبوت نہیں اور ہم پہلے باب میں مسیح کا انسان ہونا ثابت کر آئے ہیں۔ پس جب مسیح انسان ٹھہرا تو وہ خدا کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز کا بیٹا اس کی اپنی جنس سے ہوا کرتا ہے۔ دیکھو انسان کا بیٹا انسان اور گھوڑے کا بچہ گھوڑا۔ یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ انسان کسی جانور سے پیدا ہوا ہو۔ اور کوئی جانور کسی انسان کے پیٹ سے نکلا ہو۔ اسی طرح خدا کا بیٹا بھی اگر ہو سکتا ہے تو خدا ہی ہونا چاہیئے۔ لیکن مسیح چونکہ خدا نہیں جیسا کہ پہلے اس کا ثبوت دیا گیا ہے اِس لئے وہ خدا کا بیٹا بھی نہیں ہو سکتا۔

دلیل دوم دوسری دلیل اِس طرح سمجھنی چاہیئے کہ کسی چیز کا کسی چیز سے ہونا تین طرح پر ہو سکتا ہے۔ اوّل خالق سے مخلوق کا ہونا۔ یعنی خالق نے اپنی کامل قدرت سے اور پوری طاقت سے ایک چیز کو عدم سے پیدا کر دیا۔ دوم ایک چیز کے دو یا کئی ٹکڑے ہو جائیں تو ہم کہہ دیں کہ یہ ٹکڑے فلاں چیز سے ہوئے ہیں۔ سوم کیمیاوی طور پر دو چیزوں کے میل سے ایک تیسری چیز پیدا ہو جائے۔ اب ہم قانونِ قدرت پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کا باپ سے ہونا یوں ہوا کرتا ہے کہ ذرّہ مادہ

باہم ملیں۔ اور جنین[1] بنے۔ سو اسی قانونِ قدرت کو پیش کرتا ہوا قرآن مجید مسیح کے ابن اللہ ہونے کا ردّ کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَکُنْ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ ط یعنی اے عیسائیو! اگر مسیح جس کو تم خدا کا بیٹا کہتے ہو۔ مخلوق الٰہی ہے تو کوئی مقام بحث نہیں۔ ہمیں اس سے کُلّی اتفاق ہے اور اگر کہا جاوے کہ وہ خدا کا جزو ہے تو تم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ اب رہی تیسری بات کہ خدا کی کوئی بیوی ہو اور وہ دونوں ملیں تب ایک تیسرا وجود یعنی مسیح ظہور پذیر ہو لیکن اس کا بھی تم انکار کرتے ہو۔ اور خدا کی کوئی "صاحبہ" نہیں مانتے۔ سو تم نہ تو مسیح کو خدا کی مخلوق مانتے ہو۔ نہ اُس کا ٹکڑا اور نہ اس کو دو چیزوں کا نتیجہ تو پھر اور کونسا ذریعہ ہے جس سے مسیح کو ابن اللہ سمجھا جائے۔

دلیل سوم وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ط سُبْحٰنَہٗ ط یعنی خدا تعالیٰ کا کوئی بیٹا سمجھنا اور خدا میں نقص کا ماننا یہ لازم و ملزوم باتیں ہیں کیونکہ قانون قدرت سے ہمیں ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا ہمیشہ باپ کی جزو ہوا کرتا ہے اور اُس کے وجود کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ سو اگر مسیح کو خدا کا بیٹا مانا جاوے تو لازم آئیگا کہ خدا کے وجود سے ایک جزو الگ کیا گیا اور وہ حصّہ جو پہلے اس کے وجود میں تھا اس سے جُدا ہو کر ایک الگ ہستی بن گیا۔ سو ایسے اعتقاد سے خدا کا ناقص ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔ حالانکہ وہ ذاتِ پاک ہر نقصان سے پاک ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ ابن سے مراد حقیقی ابن نہیں بلکہ ابن کا لفظ مسیح پر اس لئے بولا جاتا ہے کہ خدا کا اُس سے اعلیٰ درجہ کا تعلق تھا تو اس تاویل سے

---

[1] پیٹ کے اندر کے بچے کو جنین کہتے ہیں۔

ہمیں انکار نہیں کیونکہ ان معنوں میں تو ہر نیک اور راستباز آدمی خدا کا ابن کہلانے کا مستحق ہے۔ چنانچہ انجیل اور توریت نے یہ لفظ سینکڑوں آدمیوں کے لئے استعمال کیا ہے۔

دلیل چہارم هُوَ الْغَنِیُّ ۔ مشاہدہ ہمیں اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ بیٹے کا وجود باپ کی ضرورتوں کے وقت کام آتا ہے۔ اور اس کے عمر رسیدہ ہونے پر اس کی حاجات کا متکفّل ہو جاتا ہے کیونکہ ایسے وقت میں باپ خود اپنے کام نہیں کر سکتا۔ سو خدا کا بیٹا فرض کرنا اُس کے غنی اور اُس کی بے پروائی کو باطل کرتا ہے۔ کیونکہ ولد تو اس لئے ہوگا کہ وہ پاک خدا آپ کسی کام سے عاجز ہو گیا ہو۔ مثلاً وہ عدل کے لحاظ سے کسی کو نجات نہیں دے سکتا تو اُسے بیٹے کی حاجت پڑی تاکہ بیٹا رحم کو کام میں لاکر مخلوق کو نجات دے۔ سو اس کا ردّ یوں فرماتا ہے۔ هُوَ الْغَنِیُّ یعنی خدا کی ذات والاصفات ہر احتیاج اور ضرورت سے پاک ہے تو پھر اے نادانو! اُسے بیٹے کی ضرورت کیا پڑی؟ جب کہ کوئی ایسا کام نہیں جس کے کرنے پر وہ خود قادر نہ ہو۔ اسجگہ ایک لطیفہ سُننے کے قابل ہے کہ جب باپ اپنے عدل کی وجہ سے محتاج ہوا ایک بیٹے کا تو اُس نے بیٹے کو اختیار کیا۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ باپ اور بیٹے کے ایک سے قویٰ اور خواص ہوتے ہیں تو چاہیئے کہ بیٹا بھی محتاج ہو۔ سو جب وہ محتاج ہوا تو اُسے اپنا بیٹا پیدا کرنا پڑا۔ آگے وہ بھی اپنے باپ پر گیا۔ اِسی طرح خدا کے بیٹوں اور پوتوں کا ایک لمبا سلسلہ چاہیئے جس کے لئے دنیا نہیں تو کم سے کم ایک بڑا عظم تو

مخصوص ہونا چاہیئے کیونکہ وہ بھی اپنے جدِّامجد مسیح کی طرح مجسّم ہونگے۔

دلیل پنجم دنیا میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک وہ جو جلدی جلدی فنا ہوتی ہیں مثلاً انسان اور تمام حیوانات اور نباتات۔ دوسری وہ جو ایک ہی حالت میں بہت مدّت تک رہتی ہیں اور اُن پر موت نہیں وارد ہوتی جیسے پتھر اور تمام جمادات۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان پیدا ہوتا ہے اور اپنے نشو و نما میں کامل ہو کر آہستہ آہستہ زوال پذیر ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح درختوں کا حال ہے کہ اپنی عمرِ طبعی کو پہنچ کر آخر کار سوکھ کر گر پڑتے ہیں۔ لیکن جمادات کا یہ حال نہیں۔

غرض دنیا میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ پہلی قسم کی جو چیزیں ہیں یعنی فنا ہونیوالی اِن چیزوں کے متعلق قانونِ قدرت کا یہ دستور ہے کہ اُن کا کوئی نہ کوئی جانشین ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً انسان فنا ہوتا ہے اس لیئے اُس کے جانشین مہیّا کرنے کیلئے خدا تعالیٰ نے توالد و تناسل[1] کا طریق مقرر فرمایا ہے۔ اِسی طرح درخت فنا ہوتا ہے اس لیئے درخت کے لیئے اس کا بیج پیدا کیا ہے جسے بو کر پہلے درخت کا جانشین اُگایا جا سکتا ہے۔ یہ سلسلہ اِس لیئے رکھا ہے کہ فنا ہونے والی چیزوں کا بالکل ہی خاتمہ نہ ہو جائے۔ اور دوسری قسم کی چیزیں جو فنا ہونے والی نہیں اُن میں خدا تعالیٰ کا قاعدہ یہ ہے کہ اُن کا کوئی جانشین نہیں ہوتا۔ چنانچہ پانی کو دیکھو۔ چونکہ پانی پر اس موجودہ نظام میں حقیقی فنا نہیں آتی اِس لیئے اس کا کوئی جانشین یا وَلد[2] نہیں ہے۔

---

[1] سلسلہ پیدائش اور نسل کشی۔ [2] بیٹا

غرض خدا کا یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جو چیزیں معرض زوال میں ہیں اور فنا ہوتی رہتی ہیں اُن کے لئے وَلد[1] کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور نظامِ قدرت نے اس کے لئے جانشین مہیا کرنے کا سامان کر دیا ہے۔ اور جو چیزیں فنا نہیں ہوتیں اور لمبا عرصہ "بلا زوال" قائم رہتی ہیں اُن کے لئے کوئی وَلد یا جانشین مہیا نہیں کیا گیا۔ سو اسی ثابت شدہ حقیقت کو معیار ٹھہراتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

یعنی خدا وہ ذاتِ پاک ہے جس پر فنا وارد نہیں ہو سکتی اور وہ موت سے پاک ہے پھر اُسے بیٹے کی کیا ضرورت پڑی ہے؟ کیونکہ بیٹا اور جانشین اُن اشیاء کا ہوتا ہے جو معرضِ فنا میں ہیں جیسے انسان اور درخت۔ سو دو باتوں میں سے ایک بات ماننی پڑے گی۔ اگر مسیح خدا کا بیٹا ہے تب ماننا پڑے گا کہ خدا فانی ہے کیونکہ بیٹا صرف انہی ہستیوں کا ہوتا ہے جو فنا ہو جانے والی ہوں۔ اور اگر خدا فانی نہیں تب یقین کرنا ہو گا کہ مسیح خدا کا بیٹا نہیں۔ کیونکہ جو ہستی فنا نہیں ہوتی اُس کا کوئی بیٹا نہیں ہوا کرتا۔

---

[1] بیٹا

باب سوم

اُن دلائل کا ردّ جو عیسائیوں کی طرف سے مسیح کے ابن اللہ یا اللہ ہونے پر دیئے جاتے ہیں

دلیل اوّل پہلی دلیل جو عیسائی صاحبان کی طرف سے پیش کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسیح کو تورات و انجیل میں خدا کا بیٹا کہا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا کا بیٹا تھا۔

جواب اوّل: ابن اللہ کا لفظ تورات و انجیل میں صرف مسیح کے واسطے نہیں بولا گیا بلکہ یہ لفظ مسیح کے سوا سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کے متعلق استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن عیسائی صاحبان ان تمام لوگوں کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ جیسا مسیح کو ابن اللہ کہا گیا ویسا ہی باقیوں کے حق میں ابن اللہ کا لفظ بولا گیا۔ دیکھو حوالے :۔

۱۔ اسرائیل خدا کا بیٹا ہے۔ خروج باب ۴ آیت ۲۲

۲۔ داؤد خدا کا بڑا بیٹا ہے۔ زبور ۸۹ باب آیت ۲۶ و ۲۷

۳۔ سلیمان خدا کا بیٹا ہے۔ تاریخ پہلی ۲۲ باب آیت ۹ و ۱۰

۴۔ قاضی مفتی خدا کے بیٹے ہیں۔ زبور ۸۲ باب آیت ۶

۵۔ سب بنی اسرائیل خدا کے بیٹے ہیں۔ رومیوں ۹ باب آیت ۴

۶۔ تمام یتیم بچے خدا کے لڑکے ہیں۔ زبور ۶۸ باب آیت ۵

۷ - بدکار لوگ خدا کے لڑکے ہیں - یسعیاہ ۳۰ باب - آیت ۱

اِن مذکورہ بالا حوالوں سے ناظرین پر کم سے کم اِتنا تو منکشف ہوگیا ہوگا کہ لفظ ابن اللہ کہلانے سے حقیقی بیٹا ہرگز مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ تورات اور انجیل میں نبیوں کو ابن اللہ کہا گیا ہے - بلکہ حضرت ابراہیم کو تو خدا کا پلوٹھا بیٹا کہا گیا - علاوہ انبیاء کے قاضی مفتی - یتیم لڑکوں تک کو اس لقب سے ملقّب کیا گیا ہے - بلکہ بدکار لوگوں کو بھی خدا نے اپنے رحم و کرم سے اپنا بیٹا ہی تسلیم کیا ہے اب کون بیوقوف ہوگا جو باوجود ان حوالوں کے معلوم کر لینے کے پھر بھی مسیح کو حقیقی اور عُرفی بیٹا خیال کرے -

جواب دوم:- اگر عیسائی صاحبان مسیح کو اس لئے خدا کا بیٹا تصوّر کرتے ہیں کہ اس کے لئے لفظ ابن اللہ بولا گیا ہے تو ہم اسے انسان سمجھتے ہیں اس لئے کہ انجیل میں اسے انسان کا بیٹا کہا گیا ہے - دیکھو حوالے :-

۱ - یسوع ابن داؤد بن ابراہیم   متی ۱ باب - آیت ۱

۲ - انسان کا بیٹا کھاتا پیتا آیا -   متی ۱۱ باب - آیت ۱۹

۳ - مسیح اپنے تئیں ابن آدم کہتا ہے - متی باب ۸ آیت ۲۰

۴ - مسیح ابن آدم   متی باب ۱۲ - آیت ۸

اِن حوالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح انسان کا بیٹا انسان ہے - اگر عیسائی صاحبان ابن اللہ کے لفظ پر اڑتے ہیں تو ہمارا حق ہے کہ ہم "ابن آدم" کے لفظ پر توجہ دلائیں - یہ کیا اندھیر ہے کہ عیسائی صاحبان باقی تمام لوگوں کو جن کے متعلق تورات اور انجیل میں ابن اللہ کا لفظ بولا گیا ہے - محض

انسان سمجھتے ہیں۔ مگر مسیح کو خدا کا بیٹا اور مجسم خدا سمجھتے ہیں حالانکہ لفظ ایک ہی ہے جو دونوں کے لئے استعمال کیا گیا معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح میں کون سی ایسی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے اُسے تو خدا کا بیٹا بلکہ مجسم خدا سمجھا جاوے اور باقیوں کو محض عاجز انسان خیال کیا جاوے۔

دلیل دوم مسیح نے عظیم الشان معجزے دکھائے چونکہ وہ معجزے انسانی اور بشری طاقت سے بالاتر تھے اس لئے معلوم ہوا کہ مسیح انسان نہ تھا۔ خدا تھا۔

جواب: عیسائی صاحبان! اگر محض معجزے دکھانا ہی الوہیت کی علامت سمجھی جائے تو پھر تمام انبیاء خدا ہونے کے مستحق ہیں۔ اور کیوں آپ لوگ موسیٰ ایلیاہ وغیرہ کو خدا نہیں سمجھتے جنہوں نے آپ کے مسیح سے بھی بڑھ کر کرامتیں دکھائیں۔ ان کی ذرا تفصیل بیان کرتا ہوں۔ سنیئے:۔

(۱) مسیح کا سب سے بڑا معجزہ مُردوں کو زندہ کرنا ہے مگر اس میں بھی مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں۔ مسیح کے علاوہ اور انبیاء سے بھی یہ کرامت صادر ہوئی ہے۔ دیکھو حوالے۔

۱۔ الیسع نے مُردے زندہ کئے۔ سلاطین دوسرا۔ ۴ باب آیت ۳۵

۲۔ حزقیل نے ہزاروں پرانے مُردے زندہ کئے۔ حزقیل باب ۳۷ آیت ۱۰

۳۔ ایلیاہ نے مُردے زندہ کئے۔ سلاطین پہلا۔ ۱۷ باب۔ آیت ۲۲

۴۔ الیسع کی لاش نے مردہ زندہ کیا۔ سلاطین دوسرا باب ۱۳۔ آیت ۲۱

ناظرین خود انصاف فرما سکتے ہیں کہ اگر مسیح بسبب مُردے زندہ کرنے کے

خدا ہو سکتا ہے تو الیسع حزقیل اور ایلیاہ وغیرہ جنہوں نے ہزاروں مُردے زندہ کئے کیوں نہ خدا سمجھے جائیں لیکن عیسائی تو ان کو محض انسان ہی سمجھتے ہیں۔

(۲) **دوسرا معجزہ** ۔ بیماروں کا اچھا کرنا ہے۔

جواب :۔ اس میں بھی اور انبیاء مسیح کے شریک ہیں۔ سُنیئے :۔

۱۔ الیسع نے نعمان سپہ سالار کو جو کوڑھی تھا اچھا کیا۔

سلاطین دوسرا ۵ باب ۔ آیت ۱۴

۲۔ یوسف نے اپنے باپ یعقوب کو آنکھیں دیں۔ دیکھو پیدائش باب ۴۶ آیت ۴ و ۳۰

(۳) **تیسرا معجزہ** :۔ تھوڑے کھانے اور شراب کو بڑھا دینا۔

جواب :۔ یہ کام بھی بہت سے انبیاء سے ظہور پذیر ہوا۔ بلکہ بعض انبیاء اس کام میں مسیح سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ حوالے دیکھو :۔

۱۔ ایلیاہ نے مٹھی بھر آٹے اور تھوڑے تیل کو بڑھا دیا کہ وہ سال بھر تک تمام نہ ہوا۔ دیکھو سلاطین پہلا ۱۷ باب ۔ آیت ۱۳ تا ۱۶

۲۔ الیسع نے بھی ذرا سے تیل کو اس قدر بڑھا دیا کہ گھر والوں کے پاس اس کے رکھنے کیلئے کوئی برتن باقی نہ رہا۔ دیکھو سلاطین دوسرا ۴ باب ۔ آیت ۳ تا ۶

(۴) **چوتھا معجزہ** ۔ بغیر کشتی کے دریا پر چلنا۔

جواب :۔ یہ بھی صرف مسیح کا کام نہ تھا بلکہ موسیٰ نے اس سے بڑھ کر معجزہ دکھایا۔ اس نے سمندر کو ایسی لاٹھی ماری کہ وہ پھٹ گیا اور سیال[۱] پانی الگ الگ دونوں طرف کھڑا ہو گیا۔

---

[۱] جاری ۔ بہتا ہوا۔

۲- یوشع نے یردن کو خشک کیا۔ دیکھو کتاب یوشع ۳ باب۔ آیت ۱۷

۳- الیشاہ نے دریا کو دو ٹکڑے کر دیا۔ سلاطین دوسرا ۲ باب۔ آیت ۸ تا ۱۵

ایک اور بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت مسیح نے حواریوں کو فرمایا اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو تو تم میرے جیسے کام کر سکتے ہو۔ اب عیسائی صاحبان سے سوال ہے کہ اگر عظیم الشان معجزات کی وجہ سے آپ لوگ مسیح کو خدا مانتے ہو تب تو حواریوں کو بھی شریک الوہیت ماننا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے بھی معجزات دکھائے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ حواریوں نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ ایمان میں کمزور تھے۔

ایک اور جواب:۔ انجیل میں حضرت مسیح نے صاف فرما دیا کہ میرے بعد بہت سے جھوٹے نبی پیدا ہونگے جو اتنے بڑے بڑے معجزات دکھائیں گے کہ ہو سکتا ہے وہ کاملین کو دھوکا میں ڈال دیں۔ متی ۲۴/۱۵۔ لیکن تم اُن کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا مسیح کے اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے نزدیک ایک جھوٹا آدمی بھی معجزات دکھا سکتا ہے۔ تو پھر اے عیسائی صاحبان! معجزات خدائی کا معیار کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اور معجزات دکھانے سے مسیح کی خدائی کس طرح ثابت ہو سکتی ہے؟

دلیل سوم جس سے مسیح کی الوہیت ثابت کی جاتی ہے مسیح کا ایک قول ہے جو اُس نے اپنے مخالف یہودیوں کو کہا کہ تم نیچے سے ہو میں اوپر سے ہوں۔ تم اس جہان کے ہو میں اس جہان کا نہیں۔

جواب:۔ اس فقرے کے معنے بالکل صاف ہیں کہ اے یہودیو! میں نبی ہوں۔

میرے علوم آسمانی ہیں اور تم زمینی علوم پڑھے ہوئے ہو۔ تم میرا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہو۔ یہ ایک عام محاورہ ہے۔ اردو میں بھی مستعمل ہے۔ دیکھو ہم ایک شخص کو زمینی یا دنیادار کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ زمین میں اور دنیا میں رہتا ہے۔ بلکہ زمین اور دنیا میں نیک بھی رہتے ہیں۔ مسیح بھی تینتیس ۳۳ برس تک اور ہمارے نزدیک ۱۲۰ برس تک اسی دنیا میں رہا۔ بلکہ اس فقرہ کے یہی معنے ہیں کہ یہ شخص خدا سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ دنیا سے محبت کرتا ہے۔ اسی طرح مسیح نے بھی یہودیوں کو کہا کہ میں تمہاری طرح تقلیدی علوم کا اور زمینی فنون کا وارث نہیں بلکہ میں آسمانی علوم کا وارث ہوں۔ لیکن اگر کوئی عیسائی خواہ مخواہ ضد سے اس فقرے سے مسیح کی الوہیت ثابت کرنا چاہے تو وہ یاد رکھے کہ اس بات میں بھی مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ تمام نیک لوگ اور حواری شامل ہیں۔ دیکھو حوالے :-

۱۔ مسیح حواریوں کے متعلق خدا سے دعا میں عرض کرتا ہے :-

"اس لئے کہ جیسا میں دنیا کا نہیں ہوں وے بھی دنیا کے نہیں ہیں"۔

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسیح کے اس کلام میں لفظ "جیسا" نے صاف کھول دیا کہ جس طرح مسیح دنیا کا نہیں بالکل اسی طرح حواری بھی دنیا کے نہیں۔ دیکھو یوحنا ۱۷ باب آیت ۱۴۔

اب اگر اس دنیا کا نہ ہونے کی وجہ سے مسیح خدا ہو تو تمام حواری بھی اسی وجہ سے خدا سمجھنے چاہئیں۔

۲۔ پھر ایک جگہ مسیح حواریوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں "اس لئے کہ تم دنیا

کے نہیں ہو" دیکھو یوحنا باب [15] - آیت ۱۹ -

دلیل چہارم | مسیح کہتا ہے کہ میں اور باپ ایک ہیں - میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے -

جواب :— یہ الفاظ اگر مسیح کی خدائی کا ثبوت بن سکتے ہیں تو تمام لوگ جن کے متعلق انجیل میں خود یسوع نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں خدائی کے مستحق ہیں - دیکھو حوالہ :—

مسیح خدا کے حضور حواریوں کی سفارش کرتا ہوا ایک جگہ کہتا ہے :—

"تاکہ وے سب ایک ہو جاویں جیسا کہ اے باپ تو مجھ میں اور میں تجھ میں - کہ وے بھی ہم میں ایک ہوں -" یوحنا باب [17] آیت ۲۱ تا ۲۳

اس عبارت میں بھی "جیسا کہ" نے اصل مطلب حل کر دیا کہ اے باپ! جس طرح میں تجھ میں ہوں اسی طرح یہ میرے حواری بھی تجھ میں ہو جاویں اور جس طرح تو مجھ میں ہے اسی طرح ان حواریوں میں بھی ہو جا تاکہ میں اور تو اور یہ حواری سب کے سب ایک ہو جائیں -

اب اگر ایک ہو جانے کے لفظ سے کوئی خدا بن سکتا ہے تو تمام حواری بھی خدا ہونے چاہئیں -

دلیل پنجم | "جس نے مجھے دیکھا - اس نے باپ کو دیکھا - کیونکہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں -"

جواب :— اس بات میں حواری بھی مسیح کے شریک ہیں - دیکھو حوالے :—

ا - "اس روز تم جانو گے کہ میں باپ میں اور تم مجھ میں اور میں تم میں -" یوحنا باب [14] آیت ۲۰ -

۲- "جو شخص ایمان لاوے وہ بھی مسیح اور خداوند میں ایک ہے" - یوحنا ۱۴/۲۱

تحقیقی جواب :- اگر دیکھنے کے معنے روحانی دیکھنے کے لئے جاویں یعنی معرفت اور شناخت کے تو اس میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں جسقدر بھی انبیاء کرام تھے جس نے انہیں پہچانا۔ اُس نے خدا کو پہچانا - اور اگر دیکھنے سے مراد ان آنکھوں سے دیکھنا ہے تو اس میں مومنوں اور حواریوں کی فضیلت کچھ بھی ثابت نہ ہوئی - کیونکہ ان آنکھوں سے تو یہودیوں نے بھی مسیح صاحب کی زیارت کی - بلکہ مسیح کے مرتے دم تک اُن کو دیکھنے کا موقعہ ملا کیونکہ اُس وقت تو حواری سب کے سب لرزاں و ترساں حتّٰی کہ بعض اُن میں سے لعنتیں بھیجتے رفوچکر ہو رہے تھے -

دلیل ششم | حضرت مسیح کا بے باپ پیدا ہونا -

جواب :- اگر مسیح اس واسطے خدا ہو سکتا ہے کہ وہ بے باپ تھا تو آدم تو ڈبل خدا ہونا چاہیئے - کیونکہ وہ صرف بے باپ ہی نہ تھا بلکہ ماں بھی اس کی کوئی نہ تھی - اِسی طرح ملک صدق سالیم بھی خدائے مجسّم ہونے کا حقدار تھا کیونکہ وہ بھی بغیر ماں باپ کے تھا - دیکھو حوالہ :-

عبرانیوں باب ۷ آیت ۳ میں لکھا ہے - "شاہ سالیم یعنی سلامتی کا بادشاہ - یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے سے مشابہ ہوا -"

پھر علاوہ ازیں تمام وہ حیوانات جو ابتدائے آفرینش میں خدا نے

بے باپ اور ماں کے پیدا کئے تھے سب کے سب خدائے مجسم ہونے چاہئیں۔
اچھا ان کو جانے دیجئے اب موجودہ لاکھوں کروڑوں کیڑوں مکوڑوں کو دیکھو
جو برسات آتے ہی بغیر ماں باپ پیدا ہوتے ہیں کیا وہ مسیح کے ساتھ خدائی
کے حقدار نہیں بلکہ ان کا زیادہ حق ہے۔ کیونکہ مسیح کے متعلق تو کوئی شبہ
بھی کر سکتا ہے کہ اس کا کوئی باپ بھی ہو۔ مگر جس کی ماں بھی نہ ہو اُس پر
کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ گو ہم مریم کو پاکباز اور عصمت مآب سمجھتے ہیں پر دنیا کا منہ
کون بند کرے اور یہودیوں کے الزامات کا جواب کون دے۔

دلیل ہفتم آدم نے گناہ کیا۔ اس وجہ سے اس کی تمام نسل میں گناہ کا
بیج بویا گیا۔ اور تمام انسان گناہ میں گرفتار ہوئے مسیح
چونکہ آدم کی پشت سے نہیں تھا۔ اس لئے وہ گناہگار نہ ہوا۔ اور گناہ سے
پاک صرف خدا ہے اس لئے مسیح خدا ہوا۔

جواب :۔ اس دلیل میں جس قدر بھی دعاوی ہیں سب کے سب
سرے سے ہی غلط ہیں۔ سنیئے :۔

۱۔ آدم کے گناہ کی وجہ سے اُس کی نسل کا گنہگار ٹھہرنا خدا کے
عدل کے بالکل خلاف ہے۔ کیا یہی عیسائیوں کے خدا باپ کا عدل
ہے کہ باپ کے گناہ کرنے سے بیٹا گناہگار سمجھا جاوے۔

۲۔ جو آدم کی پشت سے ہو وہ گنہگار ہوتا ہے۔ یہ بات بھی بالکل
غلط ہے۔ عقلاً بھی جیسا کہ اوپر ثابت کر آئے ہیں اور نقلاً بھی۔ اپنے
گھر کی کتاب لوقا کھولئے کلہ ۱ باب آیت ۶۔

"وے دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے۔"

دیکھئے یہ زکریا اور اس کی بیوی کی تعریف ہے۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں میاں بیوی بالکل بے گناہ تھے۔ اور خدا تعالے کے جسقدر بھی قوانین تھے سب پر عمل کرتے تھے۔ پھر ان کا عمل کوئی معمولی عمل نہ تھا بلکہ وہ خدا کے حکموں پر بے عیب عمل کرنے والے تھے۔ اور نہایت راستباز تھے تو یہ دعویٰ کرنا کہ آدم کی اولاد میں سب گنہگار ہیں خود لوقا کے نزدیک غلط ہے۔ کیونکہ زکرّیا اور اس کی بیوی دونوں جو بالکل بے گناہ تھے بادا آدم ہی کی اولاد سے تھے۔

۳ - یہ کہنا کہ جو آدم کی پشت میں سے نہ ہو وہ بے گناہ ہوتا ہے۔ ایک نہایت ہی بدیہی البطلان[ل] قضیہ ہے۔ کیا شیطان گنہگار نہیں۔ اور کیا وہ آدم کی اولاد میں سے ہے؟ پھر سانپ نے گناہ کیا اور اُسے مٹی کھانی پڑی۔ کیا وہ آدم کی پشت سے ہے؟ پھر تمام وہ دیو یا بھوت جنہیں مسیح اور اس کے حواری نکالا کرتے تھے خبیث رُوحیں نہ تھیں۔ کیا وہ بھی آدم کی نسل میں سے تھے؟

۴ - عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح بے گناہ تھا مدعی سُست اور گواہ چُست والی بات یاد دلاتا ہے۔ کیونکہ مسیح صاف اقرار کرتا تھا کہ مجھے

[ل] صریح طور پر غلط مسئلہ

نیک مت کہو۔ نیک صرف باپ ہے۔ پھر اگر مسیح خود بھی دعویٰ کرتا تو کیا ہوتا۔ دلیل کے بغیر تو کوئی شخص نہیں مانتا گو ہم اُسے نیک سمجھتے ہیں اس لئے کہ ہمارے قرآن نے اُس کی تعریف کی۔ اور ہمارے مسیح موعود علیہ السلام نے کہا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک نبی تھا مگر یہودیوں کو کون لاجواب کرے۔ وہ فوراً الزام لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ اُس نے یہ کیا اور وہ کیا۔ بدچلن عورت سے تیل ملوایا۔ یہودیوں کے عالموں کو گندی گالیاں دیں۔ بغیر اجازت لینے کے حواریوں سمیت ایک کھیت کے سٹے توڑ کر کھانے لگا۔ کھاؤ پیو اور شرابی تھا۔ غرض ان یہودیوں کا مُنہ کون بند کرے۔

۵ - یہ دعویٰ کہ جو آدم کی پُشت سے نہ ہو وہ گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ اس میں بھی مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں کیونکہ فرشتے بھی آدم کی اولاد سے نہیں وہ بھی گناہ سے پاک ہوئے۔ ملک صدق سالم بھی آدم کی نسل سے نہ تھا وہ بھی معصوم ٹھہرا اور طرفہ یہ کہ شیطان بھی آدم کی اولاد میں سے نہ تھا کیا عیسائیوں کے نزدیک وہ بھی پاک بازوں کی فہرست میں داخل ہے۔ اگر نہیں تو اُن کا دعویٰ باطل ہُوا۔

۶ - چونکہ مسیح بے گناہ تھا اس لئے وہ خدا ہُوا مگر اس خدائی میں مسیح اکیلا نہیں۔ زکریا بھی گناہ سے پاک تھا اس لئے وہ بھی خدا ہُوا زکریا کی بیوی بھی گناہ سے پاک تھی اس لئے وہ بھی خدا ہوئی اور خدا کی بیوی بھی۔ اس حساب سے یحییٰ بھی خدا ٹھہرا کیوں کہ اُس کی ماں بھی خدا

باپ بھی خدا بلکہ یحییٰ مسیح سے بڑا خدا ہونا چاہیئے کیونکہ مسیح کی ماں تو انسان تھی اور یحییٰ کے ماں باپ دونوں خدا تھے۔

ملک صدق سالم بھی خدا ہونے کا مستحق ہے کیونکہ وہ آدم کی اولاد سے نہ تھا اور جو آدم کی اولاد سے نہ ہو وہ گناہ سے پاک ہوتا ہے اور جو گناہ سے پاک ہو وہ خدا ہوتا ہے۔ اس لئے ملک صدق سالم بھی خدا ہوا۔ پھر تمام فرشتے خدا ہیں کیونکہ وہ گناہ سے پاک ہیں۔ پھر تمام حیوانات چرند پرند خدائی کے حقدار ہیں۔ کیونکہ وہ گناہوں میں آلودہ نہیں۔ وَالسَّلام

انجمن مبلغین اسلام قادیان
۱۸ دسمبر ۱۹۱۲ء

اسلام ۔ احمدیت ۔ عیسائیت اور بہائیت
کے متعلق

مزید معلومات کیلئے ذیل کے پتہ پر

لکھیئے

نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ

ربوہ ۔ پاکستان

شرائطِ بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء

تحریر فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اوّل: بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم: یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم: یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم: یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم: یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم: یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم: یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم: یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

الناشر

مہتمم نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ - ربوہ